صحیح فتویٰ

ائمۂ حق اور امام احمد رضا ﷫ کا موقف
تکفیرِ مسلم سے تا حدِّ امکان اجتناب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ
فیس بک وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ علمانے ایک فتوے کے ذریعہ مجھے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا ہے اور دلیل میں میری تقریر کا ایک نامکمل حصہ پیش کیا ہے فتوے کی نقل مع استفتایہ ہے:

> ۸۶/۹۲ھ
>
> کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تقریر میں کہا
>
> [رام کو کس طرح لوگوں نے سمجھا، پرکھا میں نے بحیثیت ASA (ایز اے) مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے جو Intellectual انٹیلیکچول (دانشور) کلاس ہے جو چیزوں کے وجود کو گہرائی میں اتر کر انکی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں رام نام ہے چاندی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کیلئے چھتر چھایا بن جاتی ہے میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا سندیش انسانیت کو نہیں دیا نفرت کے مقابلہ میں محبت کے بادل برسائے۔]
>
> ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ اسے کسی دینی پروگرام میں بلانا یا اس کی تقریر سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا
>
> سائل
>
> عبد اللہ (ممبئی)
>
> ۸۶/۹۲ھ
>
> **الجواب۔** کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے فتاویٰ رضویہ مترجم میں ہے۔ کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ ج ۱۴/ ص ۶۲۵
>
> لہٰذا ایسا شخص دائرہ اسلام سے باہر ہے اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے اس کو پروگراموں میں بلانا اس کی تقریر سننا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

اس استفتا کا مستفتی کوئی "بندۂ خدا" ہے جس کا پورا پتا درج نہیں اور مفتی کا تو سرے سے کوئی فرضی نام بھی نہیں۔
تصدیقی دستخط کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے، نہ معلوم ان میں مفتی کون ہے؟

میری تقریر کا تھوڑا سا حصہ سوال میں نقل کر کے حکم کفر جاری کر دیا گیا ہے اور باقی **ضروری حصے** کو چھوڑ دیا گیا ہے، جیسے کوئی ''لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ'' (نماز کے قریب نہ جاؤ) سے استدلال کرے اور ''وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى'' (جب کہ تم نشے میں ہو) چھوڑ دے۔

پہلے تو یہ جاننا چاہیے کہ میں نے یہ تقریر کس مقام پر، کس دور میں، اور کس بنیاد پر کی —— میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔ جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور ان کی عزت و املاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی مگر مُراری باپو نے اپنے ''رَن کچھ'' علاقے میں بھرپور وَرک کر کے امن و امان قائم رکھا، اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے مگر قتل و غارت گری تو کیا کسی کی نکسیر بھی نہ ٹوٹی۔ انھوں نے ''گاندھی دھام'' گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لحاظ سے اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریری پروگرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنّی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینا چاہیے۔ مُراری باپو نے یہاں باہمی امن و امان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے، آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہو گا۔

ان حضرات کی تحریک پر اُس علاقے اور اُس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام ''رام'' کے نام سے منسوب تھا، اس لیے رام کی امن پسندی، صفائی و پاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات ہیں انھی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت و خون سے ہٹ کر امن و آشتی کے سایے میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔

مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آتنک واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لیے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا۔ اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔

میں اپنی تقریر کا **وہ ضروری حصہ** یہاں نقل کرتا ہوں تاکہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

> '' میں نے اِزْ اے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، میری تاریخ اردو ادب نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جتوایا، بچھنوایا، میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے ''رام''۔
>
> ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:
>
> ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز — اہل نظر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند
>
> شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا زلا پیارا اور بے مثال ہے کہ جو انٹیلکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔
>
> رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے، رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاندنی کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے، انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا، سیتاجی کے ساتھ ایک آتنک وادی نے جو آتنکت کرنے کی

گھٹنائی تھی ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں۔ اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔
ایک چیز ہے آتنک واد جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے۔ ہمارا ہی ملک نہیں پورا سنسار پیڑت ہے۔ کسی کو آتنکت کرنا یہی تو ہے آتنک واد۔ اور جو ایسا کرتب کرتا ہے وہی ہے آتنک وادی۔ ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنگ واد کے خلاف لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔
اس لفظ جہاد کو اتنا اَپوِتر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔
جہاد نام ہے جد و جہد کا، پریشرم کا۔ پازیٹو وے میں پریشرم کا نام جہاد ہے، اور نیگیٹو وے میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔ اسی نیگیٹو وے میں جب پریشرم کیا تھا راون نے تو شری رام نے اس کے خلاف جد و جہد کیا تھا مانو تا کی عزت بچانے کے لیے۔ صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا، قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا جن کی عزت کے لیے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔ تو آج کی اس مجلس میں میں، بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا، میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔"

یہ ہے صحیح اور سچی بات، جسے توڑ مروڑ کر کفر تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے — اب ان حقائق کے پیش نظر چند باتیں جاننا چاہتا ہوں۔

۱- ایک مسلمان کے لیے ایمان سے بڑی کوئی چیز نہیں، کفر ثابت ہو تو تجدید ایمان فرض جانتا ہوں لیکن کیا میری اس تقریر پر کفر کا حکم عائد ہوتا ہے جب کہ وہ تقریر غیروں پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کے خیالات کو بتاتے، دکھاتے ہوئے کی گئی ہے؟

۲- مذہب اہل سنت تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں ننانوے ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اسلام کا ہو، تب بھی اس کے ساتھ حُسنِ ظن رکھتے ہوئے اسے مسلمان ہی مانا جائے۔ تو عرض ہے کہ میری تقریر اسلام اور مسلمانوں کی طرف جاتی ہے یا بہ ہر پہلو کفر و شرک کا ارتکاب کرتے نظر آتی ہے؟

۳- مجھے انٹرنیٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ فتوی میں فتاویٰ رضویہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ غلط ہے تو کیا واقعی ہمارے ان صغیر و کبیر علما نے فتاوی رضویہ کے ساتھ اس طرح کی "دیانت" کا ثبوت پیش کیا ہے؟

۴- میری تقریر کفر و شرک سے خالی ہونے کی صورت میں اسے کفر پر مشتمل ٹھہرانے بلکہ قائل کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج ٹھہرانے والوں کا کیا حکم ہے؟

مجھے امید ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازیں گے۔ بینوا توجروا

مستفتی: عبید اللہ خان اعظمی
(عبید اللہ خاں اعظمی)
خالص پور، اعظم گڑھ، یوپی

[۱۵ ار مارچ ۲۰۱۵ء]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

> ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکمِ اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فإنّ الإسلام يعلو و لا يُعلى۔ (تمہید ایمان ص ۴۳، و سبحان السبوح ص ۸۰)

تقریر کے اقتباس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کے خیالات کو بتاتے ہوئے انہی سے ان پر حجت قائم کی گئی ہے جو خطیب کے زورِ بیان کی واضح دلیل ہے اس لیے اس تقریر سے خطیب کے ایمان پر کوئی آنچ نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس کے ایمان کی نشانی ہے کہ مجمعِ غیر میں جاکر انھیں کی باتوں سے ان پر حجت قائم کردی۔

مخالف پر حجت اور الزام قائم کرنے کے لیے کوئی خلاف واقع بات بھی کہنے کی اجازت ہے، مفسرین نے خود قرآن حکیم سے اس کا استخراج کیا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: و يجوز عند الأمة فرض الباطل مع الخصم حتى يرجع إلى الحق من ذات نفسه، فإنه أقرب في الحجة، و أقطع للشبهة. (الجامع لأحكام القرآن لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي [المتوفى: ۶۷۱ھ]، ج ۱۱، ص ۳۰۰، دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة الثانية: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴م)

اس تفصیل کے پیشِ نظر سوال میں تقریر کا جو اقتباس خود قائل نے نقل کیا ہے وہ کفر یا حرام نہیں بلکہ اپنے مذہب کا دفاع ہے اور غیروں پر اقامتِ حجت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جیساکہ سطور بالا سے عیاں ہے تقریر کا یہ حصہ غیروں پر اقامتِ حجت کے لیے ہے اس لیے اس میں ایک احتمال بھی کفر کا نہیں۔ لہٰذا خطیب ہرگز ہرگز دائرۂ اسلام سے خارج نہیں، وہ مسلمان ہے، اور اس کی تقریر سننا جائز ہے۔

بلاشبہہ مذہب اہلِ سنت یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں سو پہلو ہوں، جن میں ننانوے ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف، **تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے کوئی کفری پہلو مراد لیا ہے اسے مسلمان ہی مانا جائے گا** اور مفتی پر واجب ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس کے کلام کو اسلامی پہلو پر محمول کرے۔ یعنی مفتی پر لازم ہے کہ پہلے یہ دیکھے کہ ایک مسلمان کے کلام میں اگر کوئی پہلو کفر کا نکلتا ہے تو کوئی پہلو اسلام کا بھی نکلتا ہے یا نہیں؟ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلم کے کلام میں ننانوے ۹۹ پہلو اسلام کے ہوں اور ایک احتمال کفر کا ہو، اسی کفری احتمال کو لے کر مفتی اچھے خاصے مسلمان پر کفری حکم چسپاں کردے اور ظلم صریح کا مرتکب ہو بلکہ تکفیرِ مسلم کی بلا میں گرفتار ہو کر خود اپنے اوپر حکمِ کفر لوٹالے۔ یہ مضمون تمہید ایمان، شرح فقہ اکبر اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ہاں میں نے فتاویٰ رضویہ مترجم وغیر مترجم دونوں میں اس مقام پر وہ عبارت تلاش کرنے کی کوشش کی مگر نہ ملی، یہاں فتاویٰ رضویہ کا حوالہ غلط دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تکفیرِ مسلم بڑا دشوار اور خطرناک معاملہ ہے۔ اس کے لیے مفتی پر لازم ہے کہ ذاتی رنجش اور بغض وعداوت، اسی طرح کسی کی بے جا حمایت وعصبیت سے بالاتر ہو کر بڑی دیانت وامانت اور دِقتِ نظر سے غور کرے کہ کلامِ قائل کا ظاہر اسلام کی طرف جاتا ہے یا کفر کی طرف؟ بر تقدیرِ ثانی اس میں کسی تاویل اور اسلامی پہلو کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر مفتی پر یہ امر واضح نہ ہو تو دوسرے دقیق النظر اور وسیع العلم حضرات سے دریافت کرے اور قائل اگر زندہ ہے تو اس سے بھی پوچھے تاکہ وہ خود اپنی مراد یا اپنے کلام کی معقول توجیہ (اگر ہو تو) پیش کر سکے۔

اسی طرح فتوائے تکفیر کے لیے قلم اٹھانے والے کو درج ذیل امور کا علم ہونا بھی ضروری ہے:

(ا) اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں: ”اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات ہے۔ اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔“ دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس سے مفتی کو باخبر ہونا چاہیے۔

(ب) لزومِ کفر اور التزامِ کفر کے مواقع اور دونوں میں فرق، کفرِ فقہی اور کفرِ کلامی کا فرق

(ج) تاویلِ قریب، تاویلِ بعید، تاویلِ متعذر کی معرفت اور فقہا و متکلمین کے نزدیک ان کے مراتبِ اعتبار وعدمِ اعتبار

(د) شبہہ فی الکلام، شبہہ فی المتکلم، شبہہ فی المتکلّم سے آگاہی

(ہ) صریح وکنایہ پھر صریحِ متعیّن وصریحِ متبیّن سے واقفیت اور فقہا و متکلمین کے نزدیک ان کے احکام

(و) کافر کی تعظیم وتعریف اور اس طرح کے دیگر امور کس صورت میں کفر ہیں، کس صورت میں حرام وناجائز ہیں، کس صورت میں حرام وناجائز بھی نہیں، ان سب کو جاننا ضروری ہے۔

بطور مثال یہ چند باتیں ذکر کی گئی ہیں مختصر یہ کہ جو اصولِ افتا اور اصولِ تکفیر سے پوری طرح آشنا اور ان پر اچھی طرح کاربند ہو اسی کو تکفیر جیسے اہم امر میں حکم دینے کا حق ہے ورنہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد کا مصداق ہے:

أجرَؤکم علی الفُتیا أجرؤکم علی النار ۔ تم میں جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔ رواہ الدارمي

اور جو شخص بے وجہِ روشن کسی مسلمان کی تکفیر پر جسارت کرتا ہے اس کی تنبیہ کے لیے درج ذیل احادیث کافی ہیں:

(۱) أیما امرئٍ قال لأخیه کافر فقد باء بها أحدهما، إن کان کما قال و إلّا رجعت علیه.

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر، ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔ رواہ الأئمة مالك و أحمد و البخاري و مسلم و أبوداؤد و الترمذي عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالی عنهما ۔ واللفظ لمسلم۔

(۲) إذا قال الرجل لأخیه یا کافر فقد باء به أحدهما ۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو ”یا کافر“ کہے تو ان دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بے شک ہوگا۔ رواہ الإمام البخاري في صحیحه عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه.

(۳) لیس من دعا رجلا بالکفر أو قال عدو الله، و لیس کذلك إلّا حار علیه ــ و لا یرمي رجل رجلا بالفسق و لا یرمیه بالکفر إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلك ۔ جو شخص کسی کو کافر یا دشمنِ خدا کہے

اور وہ ایسا نہ ہو، یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے ـــ اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہو۔ رواه الإمام أحمد والبخاري و مسلم عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه۔ و ما نقلتُ مختصر۔

④ ما أكفر رجل رجلا قط إلا باء بها أحدهما ، إن كان كافرًا ، و إلّا كفر بتكفيره۔ یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ یہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی، اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا، ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔ رواه الإمام ابن حبّان في صحيحه المسمى بالتقاسيم و الأنواع بسند صحيح عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ احادیث مع دیگر تفصیلات اپنے رسالہ "النهي الأكيد" میں ذکر فرمائی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــه محمد نظام الدین الرضوی

رئيس قسم الإفتاء بالجامعة الأشرفية، مباركفور

۲۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۳۶ھ - ۲۱ / ۳ / ۲۰۱۵م

دار العلوم اشرفیہ
دار الافتاء
مبارک پور، اعظم گڑھ

الجواب صحیح محمد [illegible] شیخ الحدیث [illegible] مبارک پور

الجواب صحیح محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ / ۲۲ مارچ ۲۰۱۵ء

[illegible] بانی و صدر دار القلم دہلی

الجواب صحیح - محمد ادریس [illegible] نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح عبد الحق رضوی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح ۔ نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

الجواب صحیح محمد مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم عبد الحق [illegible] خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم، محمد نسیم مصباحی خادم الافتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح : زاہد علی [illegible] خادم درس و افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح محمد صدر الوریٰ قادری خادم تدریس جامعہ اشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح : محمد عبد المبین نعمانی قادری مدیر دار العلوم قادریہ چریاکوٹ مئو